



عرب جاہلیت کے انسانوں میں جنوں کے دارالسلطنت کا نام عبقر تھا جسے اردو میں ہم پرستان کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے عرب کے لوگ ہر نفس و نادر چیز کو عبقری کہتے تھے، گویا وہ پرستان کی چیز ہے جس کا مقابلہ اس دنیا کی عام چیزیں نہیں کر سکتیں۔ حتیٰ کہ ان کے محاورے میں ایسے آدمی کو بھی عبقری کہتے ہیں جو غیر معمولی قابلیت کا مالک ہو اور جس سے عجیب و غریب کارنامے صادر ہوں۔ انگریزی میں لفظ Genius بھی اس معنی میں بولا جاتا ہے۔ اور وہ بھی Genii سے ماخوذ ہے جو جن کا ہم معنی ہے۔ جنت کے سر و سامان کی غیر معمولی نفاست و خوبی کا تصور دلانے کے لیے آیت -76- میں عبقری کا لفظ استعمال کیا گیا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الواقعة (56)

آیت نمبر (1 تا 26)

ر ج ج

رَجًا (ن) حرکت دینا۔ ہلانا۔ زیر مطالعہ آیت -5-

ب س س

بَسًا (ن) کسی چیز کو پھیلا دینا۔ ریزہ ریزہ کر دینا۔ زیر مطالعہ آیت -5-

ش ء م

شَأْمًا (و) نحوست ڈالنا۔

شَأْمَةً (ک) منحوس ہونا۔

مَشْئَمَةً نحوست کی جگہ یا وقت۔ بایاں پہلو۔ زیر مطالعہ آیت -9-

و ض ن

وَضْنًا (ن) زرہ بننا۔ کسی چیز کو بنتے ہوئے قیمتی بنانا۔ جیسے زرہ بنتے وقت ہیرے جوہرات ٹانک دینا۔ کپڑا بنتے ہوئے سونے چاندی کے تار ڈال دینا۔

مَوْضُونَةً اسم المفعول ہے۔ ہر قیمتی بنی ہوئی چیز۔ زیر مطالعہ آیت -15-

ث ل ل

ثَلًّا (ن) کنویں سے مٹی نکالنا۔ قوم کو ہلاک کرنا۔

ثُلَّةً انسانوں کا بڑا گروہ۔ انبوه۔ زیر مطالعہ آیت -13-

ترکیب

(آیات - ایک اور چار) دونوں میں بات اِذَا سے شروع ہوئی ہے، اس لیے ان کے آگے آنے والے افعال ماضی کا ترجمہ مستقبل میں کیا جائے گا۔ (آیت -4-5) رَجَّجَ اور بَسَّسَ متعدی اور لازم دونوں معانی میں آتے ہیں۔ یہاں رَجَّجَ اور بَسَّسَ فعل مجہول کے واحد مؤنث غائب کے صیغے آئے ہیں۔ اس لیے یہ افعال متعدی کے معانی میں آئے ہیں۔ اَلْأَرْضُ اور اَلْجِبَالُ فاعل ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ نائب فاعل ہونے کی وجہ سے حالت رفع میں ہیں۔



(آیت - 18) بِأَكْوَابٍ كِيَبٍ پَرَعُطْفٍ ہونے کی وجہ سے أَبَارِيقٍ۔ کاس۔ فَأَكِهَةِ اور لَحْمٍ حالتِ جَر میں آئے ہیں۔
 (آیت - 25-26) یہ جملہ منفی ہے اس لیے اس میں اِلَا کوئی اعرابی عمل نہیں کرے گا۔ لَا يَسْمَعُونَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے لَعْوًا۔
 تَأْتِيًا حالتِ نصب میں ہیں۔ پھر الَّا نے لَا يَسْمَعُونَ کے لاکو قطع کیا تو اب يَسْمَعُونَ کا مثبت مفعول قَبِيلًا آیا ہے۔ جبکہ قَبِيلًا کا بدل ہونے کی وجہ سے سَلْمًا۔ سَلْمًا حالتِ نصب میں ہیں۔

ترجمہ

إِذَا وَقَعَتْ	الْوَاقِعَةُ ①	لَيْسَ لَوْقَعَتَهَا	كَادِبَةٌ ①
جب واقع ہوگی	وہ واقع ہونے والی (قیامت)	نہیں ہے جس کے واقع ہونے میں	کوئی جھوٹ کہنے والی (علامت)
خَافِضَةً	زَافِعَةٌ ①	إِذَا رَجَّتِ الْأَرْضُ	رَجًّا ①
(وہ) پست کرنے والی ہے (کسی کو)	(اور وہ) بلند کرنے والی ہے (کسی کو)	جب ہلایا جائے گا زمین کو	جیسے ہلایا جاتا ہے
وَبَسَّتِ الْجِبَالَ	بَسًّا ①	فَكَانَتْ	هَبَاءً مُتَّبِعًا ①
اور ریزہ ریزہ کیا جائے گا پہاڑوں کو	جیسے ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے	تو وہ ہو جائیں گے	ایک بکھرنے والا غبار
وَكُنْتُمْ	أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ①	فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ①	مَا
اور تم لوگ ہو جاؤ گے	تین قسموں کے	تو داہنی طرف والے	کیا (ہوں گے)
أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ①	وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ①	مَا	أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ①
داہنی طرف والے	اور بائیں طرف والے	کیا (ہوں گے)	بائیں طرف والے
وَالسَّابِقُونَ	السَّابِقُونَ ①	أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ①	فِي جَنَّتِ التَّعِيمِ ①
اور سبقت کرنے والے	سبقت کرنے والوں پر	وہ لوگ قربت دیئے ہوئے ہوں گے	سدا بہاری کے باغات میں
ثُمَّ	مِّنَ الْأُولَى ①	وَقَلِيلٌ	مِّنَ الْآخِرِينَ ①
(وہ لوگ) انبؤہ کثیر ہوں گے	پہلے لوگوں میں سے	اور تھوڑے ہوں گے	آخری لوگوں میں سے
عَلَى سُرٍّ مَّوْضُونَةٍ ①	مُتَّكِنِينَ عَلَيْهَا	مُنْقَلِبِينَ ①	يُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ
قیمتی جزاؤں کے ہوئے تختوں پر	ٹیک لگانے والے ہوتے ہوئے ان پر	باہم آمنے سامنے ہونے والے	گھومیں پھریں گے ان کے گرد
وَلَدَانٍ مُّخَلَّدُونَ ①	بِأَكْوَابٍ	وَأَبَارِيقٍ ①	وَكَايِسٍ
بہیشگی دیئے ہوئے لڑکے	جاموں کے ساتھ	اور صراحیوں کے ساتھ	اور ایسی شراب کے آنسو روں کے ساتھ جو
مِّن مَّعِينٍ ①	لَا يَصَدَّعُونَ عَنْهَا	وَلَا يُنْزِفُونَ ①	وَأَكِهَةِ
کسی رواں پانی میں سے ہوگی	ان کو سرد نہیں ہوگا اس سے	اور نہ وہ بدمست ہوں گے	اور کچھ میوہ کے ساتھ



مِمَّا يَشْتَبُونَ ۝ ط 800	وَلَحْمِ طَيْرٍ	مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝
اس میں سے جو ان کا جی چاہے	اور پرندوں کے گوشت کے ساتھ	اس میں سے جو وہ پسند کریں
الْمَكُونِ ۝ ج	كَامْتَالِ اللُّؤْلُؤِ	وَحُورٍ عِينٍ ۝
ڈھانپے ہوئے (پلکوں میں)	موتی کی مثالوں کے جیسے	اور (وہاں) بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی
لَا يَسْعَوْنَ فِيهَا	كَأَنَّهُمْ يَعْمَلُونَ ۝	جَزَاءً بِمَا
وہ نہیں سنیں گے اس میں	وہ لوگ عمل کیا کرتے تھے	بدلہ ہوتے ہوئے بسبب اس کے جو
سَلَامًا سَلَامًا ۝	إِلَّا قِيلًا	لَعْنًا وَلَا تَأْتِيَنَّهُ ۝
سلام سلام	مگر (سنیں گے) کہا جانا	کوئی واہی تباہی اور نہ الزام تراشی کرنا

نوٹ: 1

گزشتہ سورتوں میں سورہ ق سے لے کر سورہ رحمن تک جزاء و سزا سے متعلق ہونے والی ساری بحث کا خلاصہ اس سورہ واقعہ میں رکھ دیا گیا ہے۔ پچھلی سورتوں میں آفاق و انفس اور عقل و فطرت کی روشنی میں اس موضوع کے تمام پہلو زیر بحث آئے ہیں۔ اب اس سورہ میں دلائل کی وضاحت کے بجائے اصل نتیجہ سے آگاہ کیا گیا ہے کہ قیامت ایک ہونی شدنی بات ہے۔ انسانوں کو لازماً ایک ایسے جہاں سے سابقہ پیش آنے والا ہے جس میں عزت و ذلت کے پیمانے ان پیمانوں سے بالکل مختلف ہوں گے جو اس جہاں میں معروف ہیں۔ وہاں عزت و سرفرازی ان کے لیے ہوگی جنہوں نے اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی کمائی کی ہوگی، وہ مقربین اور اصحاب الیمین کے درجے پائیں گے اور جنت کی تمام مرانیوں انہی کا حصہ ہوں گی۔ رہے وہ جو اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے اور اسی میں لگن ہو گئے وہ اصحاب الشمال میں ہوں گے اور ان کو دوزخ کے ابدی عذاب سے سابقہ پیش آئے گا۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مرض و وفات میں حضرت عثمانؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا آپ کو کیا تکلیف ہے۔ تو فرمایا مجھے اپنے گناہوں کی تکلیف ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ تو فرمایا اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا میں آپ کے لیے کسی طبیب کو بلاتا ہوں۔ تو فرمایا مجھے طبیب ہی نے تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پھر پوچھا آپ کے لیے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیج دوں۔ تو فرمایا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا عطیہ لے لیجئے وہ آپ کے بعد آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا تو فرمایا کہ کیا آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں یہ فکر ہے کہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی؟ مگر مجھے یہ فکر اس لیے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکی کو تائید کر رکھی ہے کہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کریں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 3

مفسرین کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ اولین اور آخرین سے مراد کون ہیں ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت سے نبی ﷺ کی بعثت تک جتنی امتیں گزری ہیں وہ اولین ہیں اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لوگ آخرین میں ہیں۔ اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بعثت محمدی سے پہلے کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد کے لوگوں میں سابقین کم ہوں گے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہاں اولین و آخرین سے مراد امت محمدی کے اولین و آخرین ہیں۔ یعنی اس امت



کے ابتدائی دور کے لوگ اولین ہیں، جن میں سابقین زیادہ ہوں گے اور بعد کے لوگ آخرین ہیں جن میں سابقین کم ہوں گے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اس سے مراد ہر نبی کی اُمت کے اولین و آخرین ہیں۔ آیت کے الفاظ ان تینوں مفہوموں کے حامل ہیں۔ اور بعید نہیں کہ یہ تینوں ہی صحیح ہوں، کیونکہ درحقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (27 تا 40)

خ ض د

(ض) خَضَدًا درخت کے کانٹے صاف کرنا۔
مَخْضُودًا اسم المفعول ہے۔ کانٹے صاف کیا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 28۔

س ك ب

(ن) سَكَبًا پانی گرانا۔ جاری کرنا۔
مَسْكُوبًا اسم المفعول ہے۔ جاری کیا ہوا، زیر مطالعہ آیت۔ 31۔

ترجمہ

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝	مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝	فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝
اور داہنی طرف والے	کیا (ہوں گے) داہنے طرف والے	(وہ ہوں گے) کانٹے صاف کیے ہوئے پیری کے درختوں میں
وَوَالِدٍ ذَا عِلْمٍ ۝	وَوَالِدٍ مَّهْدُودٍ ۝	وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝
اور تہہ بہ تہہ کیے ہوئے کیلوں میں	اور دراز کیے ہوئے سائے میں	اور جاری کیے ہوئے پانی میں
وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝	لَا مَقْطُوعَةٍ ۝	وَفُرُشٍ مَّرْقُوعَةٍ ۝
اور ایسے کثیر میوں میں جو	نہ قطع کیے ہوئے ہوں گے	اور بلند کیے ہوئے پھونوں میں
إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ ۝	إِنْشَاءً ۝	أَبْكَارًا ۝
بیشک ہم نے اٹھایا ان عورتوں کو	جیسے بہترین اٹھان کا حق ہے	کنواریاں
عُرَبًا ۝	أَتْرَابًا ۝	لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
پیار ظاہر کرنے والیاں	ہم عمر ہونے والیاں	داہنی طرف والوں کے لیے
فُلَّةً ۝	مِّنَ الْأُولَئِينَ ۝	وَنُذُلَّةً مِّنَ الْآخِرِينَ ۝
(وہ) انبوہ کثیر ہوں گے	اولین میں سے	اور انبوہ کثیر ہوں گے آخرین میں سے (بھی)

نوٹ: 1

پچھے آیت۔ 8۔ 9 میں لفظ ما آیا ہے اور اب آیت۔ 27 میں اس کا اعادہ ہوا ہے اور آگے آیت۔ 41 میں پھر اعادہ ہوگا۔ ان میں جو استفہام ہے یہ اظہارِ شان و عظمت کے لیے بھی آتا ہے اور اظہارِ نفرت و کراہیت کے لیے بھی۔ اظہارِ عظمت کے لیے ہوتو مطلب ہوتا ہے کہ ان کی عالی مقامی کا کیا کہنا ہے۔ اور اظہارِ نفرت کے لیے ہوتو مطلب ہوتا ہے ان کی بد حالی اور بد انجامی کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ اسلوب کلام اس صورت



میں اختیار کیا جاتا جب صورتحال کی تصویر الفاظ میں کھینچنی ممکن نہ ہو اور صورت واقعہ قیاس و گمان کی رسائی سے اور الفاظ کے احاطے سے ماوراء ہوں۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)۔

نوٹ: 2

لَا مَقْطُوعَةَ وَلَا مَمْنُوعَةَ سے مراد ہے کہ یہ پھل موسمی نہیں ہوں گے کہ موسم گزر جانے کے بعد نمل سکیں۔ ان کی پیداوار کا سلسلہ منقطع نہیں ہو گا بلکہ ہر پھل وہاں ہر موسم میں ملے گا۔ اور لَا مَمْنُوعَةَ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے باغوں کی طرح وہاں کوئی باغ کامالی یا چوکیدار منع کرنے والا نہ ہوگا۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 3

آیت - 37 - میں ہم عمر ہونے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے شوہروں کی ہم سن ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ آپس میں ہم سن ہوں۔ یعنی جنت کی تمام عورتیں ایک ہی عمر کی ہوں ہمیشہ اسی عمر کی رہیں۔ بعید نہیں کہ یہ دونوں ہی باتیں بیک وقت صحیح ہوں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے۔ مسیں بھیگ رہی ہوں گی مگر داڑھی نہ نکلی ہوگی۔ گورے چٹے ہوں گے۔ گٹھے ہوئے بدن ہوں گے، آنکھیں سرگیں ہوں گی۔ سب کی عمریں - 33 سال کی ہوں گی۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (41 تا 56)

ترجمہ

وَأَصْحَابُ الشَّمَالِ مِمَّا	أَصْحَابُ الشَّمَالِ ط	فِي سَمُورٍ	وَّحَايِيمٍ ۝۳۷
اور بائیں جانب والے	کیا (ہوں گے) بائیں جانب والے	(وہ) لو میں	اور ہمیشہ گرم رہنے والے پانی میں ہوں گے
وَّظِلٍّ	مِّنْ يَّحْمُورٍ ۝۳۸	لَّا بَارِدٍ	وَّ لَا كَرِيمٍ ۝۳۹
اور ایک ایسے سائے میں ہوں گے جو	دھونوں سے ہوگا	جو نہ ٹھنڈا ہوگا	اور نہ عزت والا ہوگا
إِنَّهُمْ كَانُوا	قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ۝۴۰	وَ كَانُوا يُصْرَبُونَ	عَلَى الْجَنَّةِ الْعُظْمَى ۝۴۱
بیشک یہ لوگ تھے	اس سے پہلے خوشحالی دیئے ہوئے	اور وہ بچے رہتے تھے	تمام بڑے گناہوں پر
وَ كَانُوا يَقُولُونَ ۝۴۲	إِذَا مِتْنَا	وَ كُنَّا تَرَابًا وَعِظَامًا	عِإْنَا
اور وہ کہا کرتے تھے	کیا جب ہم مرجائیں گے	اور ہم ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں	تو کیا ہم
لَمَبْعُوثُونَ ۝۴۳	أَوْ أَبَاؤُنَا أَلَاؤُنُونَ ۝۴۴	قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝۴۵	
ضرور (دوبارہ) اٹھائے جانے والے ہوں گے	اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی	آپ کہیے بیشک سارے اگلے اور سارے آخری	
لَمَجْمُوعُونَ ۝۴۶	إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمَ مَعْلُومٍ ۝۴۷	ثُمَّ إِنَّكُمْ	
یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں	ایک معلوم دن کی طے شدہ جگہ کی طرف	پھر بیشک تم لوگ	
أَيُّهَا الصَّاوِنُونَ الْمَكْدِبُونَ ۝۴۸	لَا كَلْبُونَ	مِنْ شَجَرٍ	
اے گمراہ ہونے والو، جھٹلانے والو،	یقیناً کھانے والے ہو	ایک ایسے درخت میں سے	



فَشَبَّوعُونَ عَلَيْهٖ	وَمِنْهَا الْبَطُونُ ﴿٥٧﴾	فَمَا لِفُونَ	مِّنْ زُقُومٍ ﴿٥٨﴾
پھر پینے والے ہو اس پر	اس سے پیٹوں کو	پھر بھرنے والے ہو	جو تھوہر سے ہوگا
يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٩﴾	هَذَا نُزُلُهُمْ	شُرْبِ الْهَيْمِ ﴿٦٠﴾	فَشَبَّابُونَ
بدلے کے دن	یہ ان کی مہمان نوزی ہوگی	پیاسے اونٹوں کا (سا) پینا	پھر پینے والے ہو
			مِنَ الْحَيِّمِ ﴿٦١﴾
			ہمیشہ گرم رہنے والے پانی میں سے

نوٹ: 1 الْحَنْثِ الْعَظِيمِ پر جو الف لام ہے اسے لام جنس بھی مانا جاسکتا ہے اور لام تعریف بھی۔ اگر لام جنس مانا جائے تو اس سے مراد ہوں گے تمام بڑے گناہ۔ تفہیم القرآن میں اسی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے ”گناہ عظیم کا لفظ جامع ہے۔ اس سے مراد کفر و شرک اور دہریت بھی ہے اور اخلاق و اعمال کا ہر بڑا گناہ بھی۔“ ترجمہ میں ہم نے اسی مفہوم کو ترجیح دی ہے۔ اور اگر لام تعریف مانا جائے تو پھر اس سے مراد شرک ہے۔

نوٹ: 2 نُزُلٌ اُس سامانِ ضیافت کو کہتے ہیں جو مہمان کے سواری سے اترنے کے بعد سب سے پہلے اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ (جیسے آج کل بھی کھانے کی دعوت پر آنے والے مہمانوں کو آتے ہی کوک کی بوتل یا کوئی اور مشروب پیش کیا جاتا ہے۔ یہ نُزُل ہے۔ اصل دعوت بعد میں ہوتی ہے۔ مرتب) مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی اولین ضیافت تھوہر اور گرم پانی سے ہوگی، کون اندازہ کر سکتا ہے کہ بعد میں ان کے سامنے کیا کچھ آئے گا۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (57 تا 74)

م ز ن

(ن) مَزْنًا
مُزْنٌ
مشکیزہ بھرنا۔
بارش والا بادل، زیر مطالعہ آیت - 69۔

ترکیب (آیت - 59) تَخْلُقُونَهُ كِى ضَمِيرِ مَفْعُولِي كَوْرَاءِ يُنْمُو كِى مَفْعُولِ مَا لِعَيْنِي نَظْفَه كِى لِيْبِهِي مَانَا جَا سَكْتَا هِي اَوْر اَس كِى لِيْبِهِي جُو نَظْفَه سِي پِيْدَا هُوْتَا هِي لِيْعْنِي اِنْسَان - تَرْجَمَه مِيْلِ هَم پَهْلِي صُوْرَت كُو تَرْجِيْح دِيْن كِى -
(آیت - 74) اَلْعَظِيْم كِى صِفَت هِي مَانَا جَا سَكْتَا هِي اَوْر رِبِّ كِي هِي - تَرْجَمَه مِيْلِ هَم پَهْلِي صُوْرَت كُو تَرْجِيْح دِيْن كِى -

ترجمہ

نَحْنُ	خَلَقْنَاكُمْ	فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ﴿٥٩﴾	أَفَرَأَيْتُمْ مَا
ہم نے ہی	پیدا کیا ہے تم لوگوں کو	پھر تم لوگ کیوں نہیں تصدق کرتے (اس کی)	کیا تم لوگوں نے غور کیا اس (نطفہ) پر جو
تُنُونَ ﴿٦٠﴾	ءَا أَنْتُمْ تَخْلُقُونَآ	أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٦١﴾	نَحْنُ قَدَّرْنَا
تم لوگ ٹپکتے ہو	کیا تم لوگ پیدا کرتے ہو اس (نطفہ) کو	یا ہم پیدا کرنے والے ہیں (اس کو)	ہم نے (وقت) طے کیا ہے
بَيْنَكُمْ الْمَوْتِ	وَمَا نَحْنُ بِسَبُّوْقَيْنِ ﴿٦٢﴾	عَلَىٰ أَنْ	نُبَدِّلَ
تمہارے مابین موت کا	اور ہم عاجز کیے ہوئے نہیں ہیں	اس پر کہ	ہم تبدیل کریں (تم کو)



وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ	لَا تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾	فِي مَا	نُنشئكم	أَمْثَالِكُمْ وَ
اور یقیناً تم لوگ جان چکے ہو	تم لوگ نہیں جانتے	اس میں جو	اور ہم اٹھائیں تم کو	تمہارے جیسوں سے
تَحْرُثُونَ ﴿١٢﴾	أَفَرَأَيْتُمْ مَا	فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٣﴾	الذَّشَاءُ الْأُولَى	بہلی اٹھان کو
تم لوگ بوتے ہو	کیا تم لوگوں نے غور کیا اس پر جو	تو تم لوگ نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے		
لَجَعَلْنَاهُ	لَوْ نَشَاءُ	أَمْ نَحْنُ الرَّزِيعُونَ ﴿١٤﴾	عَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَ ﴿١٥﴾	کیا تم لوگ اگاتے ہو اس کو
تو ہم ضرور کر دیتے اس کو	اگر ہم چاہتے	یا ہم اگانے والے ہیں		
بَلْ نَحْنُ مُحْرَمُونَ ﴿١٦﴾	إِنَّا لَمُعْرَمُونَ ﴿١٧﴾	فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿١٨﴾	حَطَامًا	روندا ہوا
بلکہ ہم محروم (ہو گئے) ہیں	(کہ) بیشک ہم تاوان ڈالے ہوئے ہیں	تو تم رہ جاتے پشیمان ہوتے ہوئے		
مِنَ الْمُنِّ	عَأَنْتُمْ أَنْزَلْنَاهُ	تَشْرِبُونَ ﴿١٩﴾	أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي	تو تم لوگوں نے غور کیا اس پانی پر جو
بادل سے	کیا تم اتارتے ہو اس کو	تم پیتے ہو		
فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٢٠﴾	أَجَاثًا	لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ	أَمْ نَحْنُ الْمُنِزُونَ ﴿٢١﴾	یا ہم اتارنے والے ہیں
تو تم لوگ شکر کیوں نہیں کرتے	کڑوا	اگر ہم چاہتے تو ہم بنا دیتے اس کو		
شَجَرَتَهَا	عَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ	نُودُونَ ﴿٢٢﴾	أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي	کیا تم لوگوں نے غور کیا اس آگ پر جو
اس کے درخت کو	کیا تم لوگ اگاتے ہو	تم لوگ جلاتے ہو		
وَمَتَاعًا	تَذَكَّرَاتٌ	نَحْنُ جَعَلْنَاهَا	أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿٢٣﴾	یا ہم اگانے والے ہیں
اور ایک برتنے کا سامان	یاد دلانے کے لیے	ہم نے بنایا ہے اس کو		
بِأَسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٢٤﴾	فَسَبِّحْ	لِلْمُقْوِينَ ﴿٢٥﴾		
اپنے رب کے عظیم نام کی	پس توستبج کر	ضرورت مندوں کے لیے		

نوٹ: 1

آیت - 57 سے 74 تک جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان میں بیک وقت آخرت اور توحید دونوں پر استدلال کیا گیا ہے۔ انسان اگر صرف اسی ایک بات پر غور کرے کہ وہ خود کس طرح پیدا ہوا ہے تو اسے نہ قرآن کی تعلیم توحید میں کوئی شک رہ سکتا ہے اور نہ اس کی تعلیم آخرت میں۔ استقرار حمل سے وضع حمل تک ماں کے پیٹ میں بچہ کی درجہ بدرجہ تخلیق و پرورش، ہر بچے کی الگ صورت گری اور ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی و جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب سے رکھنا، کیا یہ سب کچھ خدائے واحد کے سوا کسی اور کا کام ہے؟ اگر کوئی شخص ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا نہ ہو تو وہ خود محسوس کرے گا کہ انسان پورا کا پورا خدا کا ہی ساختہ و پرداختہ ہے۔ توحید کی طرح یہ حقیقت آخرت کے معاملہ میں بھی فیصلہ کن ہے۔ تمام انسان اسی طرح دنیا میں آئے ہیں اور وہ شب و روز اپنے ہی جیسے انسانوں کی پیدائش کا منظر دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد صرف عقل کا اندھا ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ جو خدا انسانوں کو آج پیدا کر رہا ہے وہ کل کسی وقت اپنے ہی پیدا کیے ہوئے ان انسانوں کو کسی طرح سے دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا۔

اسی طرح آیت - 64 کا ظاہر استدلال تو توحید کے حق میں ہے، مگر اس میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے اس پر آدمی اگر تھوڑا سا غور کرے تو اسی کے اندر آخرت کی دلیل بھی مل جاتی ہے۔ جو بیخ زمین میں بویا جاتا ہے وہ مردہ ہوتا ہے گرز مین کی قبر میں جب کسان اسے دفن کر



دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر وہ نباتی زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے لہلہاتی کھیتیاں شان دکھاتی ہیں۔ یہ بے شمار مردے آئے دن ہماری آنکھوں کے سامنے اپنی اپنی قبروں سے جی جی کراٹھ رہے ہیں۔ یہ کیا کچھ کم معجزہ ہے کہ کوئی شخص اس دوسرے معجزے کو مان کر مردے جس کی خبر قرآن مجید ہمیں دے رہا ہے یعنی انسانوں کی موت کے بعد ان کی دوبارہ زندگی۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

نوٹ: 2

آیت- 61- میں ہے وَنُنشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ اس سے مراد قیامت میں اٹھایا جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تم کو تمہاری موجودہ شکل و ہیئت میں پیدا کریں، اسی طرح ہم اس سے بھی عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری تخلیق کا طریقہ بدل کر کسی اور شکل و ہیئت میں، کچھ دوسری صفات کے ساتھ تم کو پیدا کریں، قیامت کے روز ہم تمہیں اسی عمر کے انسان میں پیدا کر سکتے ہیں جس عمر میں تم مرے تھے۔ آج تمہاری بینائی، سماعت اور دوسرے حواس کا پیمانہ ہم نے کچھ اور رکھا ہے۔ قیامت کے روز ہم اسے بدل کر کچھ سے کچھ کر دیں گے یہاں تک کہ تم وہ کچھ دیکھ اور سن سکو جو یہاں نہیں دیکھ سکتے اور نہیں سن سکتے۔ آج تمہارے ہاتھ پاؤں اور تمہاری کھال میں کوئی گویائی نہیں ہے۔ قیامت کے روز تمہارا ہر عضو اور تمہارے جسم کی کھال کا ہر ٹکڑا ہمارے حکم سے بولنے لگے گا۔ آج تم ایک خاص حد تک ہی عذاب برداشت کر سکتے ہو جس سے زائد عذاب ہو تو تم زندہ نہیں رہ سکتے، کل تم ایسا عذاب ایسی طویل مدت تک بھگت سکو گے جس کا تم تصور نہیں کر سکتے اور کسی سخت سے سخت عذاب سے بھی تمہیں موت نہ آئے۔ آج تم سوچ نہیں سکتے کہ کوئی بوڑھا جوان ہو جائے، کبھی بیمار نہ ہو اور ہمیشہ ہمیشہ وہ ایک ہی عمر کا جوان رہے۔ کل ہم تمہاری زندگی کے لیے کچھ دوسرے قوانین بنا سکتے ہیں جن کے مطابق جنت میں جاتے ہی ہر بوڑھا جوان ہو جائے اور اس کی جوانی و تندرستی لازوال ہو۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

نوٹ: 3

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا۔ اس جملہ میں اللہ کی قدرت و حکمت کے ایک اہم کرشمے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پانی کے اندر اللہ تعالیٰ جو حیرت انگیز خواص رکھے ہیں ان میں ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اس کے اندر خواہ کتنی بھی چیزیں تحلیل ہو جائیں، جب وہ حرارت کے اثر سے بھاپ میں تبدیل ہوتا ہے تو ساری آمیزش نیچے چھوڑ دیتا ہے اور صرف اپنے اصل آبی اجزاء کو لے کر ہوا میں اڑتا ہے۔ یہ خاصیت اگر اس میں نہ ہوتی تو بھاپ میں تبدیل ہوتے وقت بھی وہ سب چیزیں اس میں شامل رہتیں۔ اس صورت میں سمندر سے جو بھاپ اٹھتی اس میں سمندر کا نمک بھی شامل ہوتا اور اس کی بارش تمام زمین کو شور (نمک) والی زمین بنا دیتی۔ نہ انسان اس پانی کو پی کر ہی جی سکتا تھا اور نہ کسی قسم کی نباتات اس سے اُگ سکتی تھی۔ یہ خاصیت جس کی بدولت کھاری سمندروں سے میٹھا پانی کشید ہو کر بارش کی شکل میں برستا ہے پھر آب پاشی کی خدمت انجام دیتا ہے، اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی میں یہ خاصیت بالارادہ ودیت کی ہے تاکہ وہ اس کی مخلوقات کی پرورش کا ذریعہ بن سکے۔ جو مخلوق کھاری پانی سے پرورش پاسکتی تھی وہ اس نے سمندر میں پیدا کی اور وہاں وہ خوب جی رہی ہے۔ مگر جس مخلوق کو اس نے خشکی اور ہوا میں پیدا کیا ہے اس کی پرورش کے لیے میٹھا پانی درکار تھا اور اس کی فراہمی کے لیے بارش کا انتظام کرنے سے پہلے اس نے پانی کے اندر یہ خصوصیت رکھ دی کہ بھاپ بنتے وقت وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہ اڑے جو اس کے اندر تحلیل ہوگی۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (75 تا 96)

ترجمہ

فَلَا	أَقْسِمُ	بِمَوْجِعِ النُّجُومِ ۗ	وَأِنَّكَ لَلْقَسْمُ
پس نہیں!	میں قسم کھاتا ہوں	ستاروں کے گرپڑنے (ڈوبنے) کے وقت کی	اور بیشک یہ یقیناً ایک ایسی قسم ہے



تَوَعَّلَمُونَ ﴿٤٠﴾	عَظِيمٌ ﴿٤١﴾	إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ﴿٤٢﴾	فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿٤٣﴾
اگر تم لوگ جانو،	جو بڑی عظمت والی ہے	بیشک یہ یقیناً ایک ایسا دائمی عزت والا قرآن ہے جو	ایک ڈھانپی ہوئی کتاب میں ہے
لَا يَمَسُّهَا	إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿٤٤﴾	تَنْزِيلٌ	مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٥﴾
نہیں چھوتے اس کو	مگر پاک کیے ہوئے	(یہ) اتارا ہوا ہے	تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے
أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ	أَنْتُمْ مُّدْهِنُونَ ﴿٤٦﴾	وَتَجْعَلُونَ	رِزْقَكُمْ
تو کیا اس بات (قرآن) میں	تم لوگ ڈھیلا پڑنے (سست ہونے) والے ہو	اور بناتے ہو (اس میں سے)	اپنا نصیب
أَنْتُمْ تَكْذِبُونَ ﴿٤٧﴾	فَأَلَا إِذَا	بَلَغَتِ الْخُلُقُومَ ﴿٤٨﴾	وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ
یہ کہ تم لوگ جھٹلاتے ہو	تو کیوں نہ ہو کہ جب کبھی	وہ (جان) پہنچتی ہے حلق تک	اس حال میں کہ تم لوگ اس وقت
تَنْظُرُونَ ﴿٤٩﴾	وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ	مِنْكُمْ	وَلَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ ﴿٥٠﴾
دیکھتے ہو	اور ہم زیادہ قریب ہوتے ہیں اس (جان) کی طرف	(بہ نسبت) تمہارے	اور لیکن تم دیکھتے نہیں ہو
فَأَلَا	إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٥١﴾	تَرْجِعُونَهَا	إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٥٢﴾
تو کیوں نہیں،	اگر تم لوگ بغیر حساب لیے جانے والے ہو،	تم لوگ لوٹا لیتے اس (جان) کو	اگر تم لوگ سچ کہنے والے ہو
فَأَمَّا	إِنْ كَانَ	مِنَ الْمُقَدَّرِينَ ﴿٥٣﴾	وَجِئْتُمْ نَجِيبًا ﴿٥٤﴾
پھر وہ جو ہے	اگر وہ (مرنے والا) ہوا	قربت دیئے ہوئے لوگوں میں سے	اور دائمی نعمت کا باغ ہے
وَأَمَّا	إِنْ كَانَ	مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٥٥﴾	فَسَلِّمْ لَكَ
اور وہ جو ہے	اگر وہ (مرنے والا) ہوا	دائمی طرف والوں میں سے	تو سلامتی ہے تیرے لیے
مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٥٦﴾	وَأَمَّا	إِنْ كَانَ	مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الصَّالِينَ ﴿٥٧﴾
(تو تو) دائمی طرف والوں میں سے ہے	اور وہ جو ہے	اگر وہ ہوا	بہکے ہوئے جھٹلانے والوں میں سے
فَنُزِّلٌ	مِّن حَيْمٍ ﴿٥٨﴾	وَتَصْلِيَةٌ جَاجِيمٍ ﴿٥٩﴾	إِنَّ هَذَا
تو ابتدائی مہمان نوازی ہے	دائمی گرم پانی سے	اور دوزخ کا جلا یا جانا ہے	بیشک یہ
حَقُّ الْيَقِينِ ﴿٦٠﴾	فَسَبِّحْ	بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٦١﴾	
یقین کا حق ہے	پس توستبیح کر	اپنے رب کے عظیم نام کی	

قسم کے شروع میں لفظ لا کو لانا ایک عام عربی محاورہ ہے۔ جیسے لا وَاللّٰهِ (نہیں! اللہ کی قسم) اور جاہلیت کی قسموں میں لا وَاٰبِيكَ (نہیں!) تیرے والد کی قسم)۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس موقع میں صرف لا مخاطب کے گمان کی نفی کے لیے ہوتا ہے، یعنی جیسا تم کہتے اور سمجھتے ہو وہ بات نہیں، بلکہ حقیقت وہ ہے جو آگے قسم کھا کر بتائی جا رہی ہے، (معارف القرآن)۔

نوٹ: 1

آیت-79۔ میں کفار کے اس الزام کی تردید ہے جو وہ قرآن پر لگاتے تھے کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ پر جن اور شیاطین القا کرتے ہیں۔ اس کا جواب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دیا گیا ہے یہاں یہ ان الفاظ میں ہے کہ ”اسے مطہرین کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔“ یعنی جن اور شیاطین کا اسے لانا یا اس کے نزول کے وقت اس میں دخل انداز ہونا تو درکنار، جس وقت یہ لوح محفوظ سے نبی ﷺ پر نازل کیا جاتا ہے اس وقت مطہرین یعنی پاک فرشتوں کے سوا کوئی قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کوئی ایسا شخص اسے نہ چھوئے جو پاک نہ ہو۔ لیکن یہ تفسیر آیت کے سیاق و سباق سے مطابقت نہیں رکھتی۔ سیاق و سباق سے الگ کر کے تو اس کے الفاظ سے یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے۔ مگر جس سلسلہ کلام میں یہ وارد ہوئی ہے اس میں رکھ کر اسے دیکھا جائے تو یہ بات کہنے کا کوئی موقع نظر نہیں آتا۔ یہاں تو کفار مخاطب ہیں اور ان کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے اور تمہارا یہ گمان قطعی غلط ہے کہ اسے شیاطین نبی ﷺ پر القا کرتے ہیں۔ اس جگہ ایک شرعی حکم بیان کرنے کا کیا موقع ہو سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ آیت یہ حکم دینے کے لیے نازل نہیں ہوئی ہے مگر فوائے کلام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کتاب کو صرف مطہرین ہی چھو سکتے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی، کم از کم وہ لوگ جو اس کے کلام الہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، اسے ناپاکی کی حالت میں چھونے سے اجتناب کریں۔ (تفہیم القرآن)۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ قرآن سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اور مطہرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو نجاست سے پاک ہوں۔ اس طرح آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مصحف قرآن کو طہارت کے بغیر چھونا جائز نہیں ہے۔ اس تفسیر کی ترجیح کے لیے بعض حضرات نے ان احادیث کو پیش کیا ہے جن میں غیر طاہر کو قرآن چھونے سے منع کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ اس مسئلہ میں دوسرے صحابہ کا اختلاف ہے، اور کچھ صحابہ کرام کے نزدیک اس آیت میں قرآن سے مراد وہ صحیفے ہیں جو وحی لانے والے فرشتوں کے ہاتھ میں دیئے جاتے ہیں، جبکہ کچھ کے نزدیک مطہرون سے مراد فرشتے ہیں، اس لیے بہت سے حضرات نے اس آیت سے استدلال کو چھوڑ کر صرف متعلقہ احادیث سے استدلال کیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف کے باوجود جمہور اُمت اور ائمہ اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لیے طہارت شرط ہے اور اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث سے ثابت اور جمہور اُمت کے نزدیک مسلم ہے، کیا یہ بات قرآن کی اس آیت سے بھی ثابت ہے یا نہیں۔ اس لیے اختلاف مسئلے میں نہیں، بلکہ اس کی دلیل میں ہوا ہے۔ (معارف القرآن سے ماخذ)۔

حنفی اور شافعی مسلک میں تعلیم کے لیے قرآن مجید بچوں کے ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے خواہ وہ وضو سے ہوں یا بے وضو۔ جبکہ مالکی مسلک میں قرآن کی تعلیم کے لیے استاد اور شاگرد دونوں مستثنیٰ ہیں۔ بلکہ حائضہ عورت کے لیے بھی بغرض تعلیم مصحف کو ہاتھ لگانا جائز قرار دیا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الحديد (57)

آیت نمبر (1 تا 6)

ترکیب

(آیت - 1) سَجَّ فعل ماضی ہے۔ لیکن یہاں یہ ایک آفاقی صداقت بیان کر رہا ہے اس لیے اس کا ترجمہ حال میں ہوگا۔ (دیکھیں آیت نمبر - 2/49، نوٹ - 2)۔ (آیت - 3) الْأَوَّلُ مادہ ”ءول“ سے فعل تفضیل میں أَفْعَلُ کے وزن پر اَوَّلُ بنتا ہے جو اَوَّلُ استعمال ہوتا ہے۔ (دیکھیں آیت نمبر - 2/49، مادہ، ءول) اس لیے اس کے معنی ہیں سب سے پہلا۔ جبکہ الْأَخِرُ فعل تفضیل نہیں ہے، ورنہ أَفْعَلُ کے وزن پر یہ أَخِرُ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ فاعِلُ کے وزن پر اسم الفاعل أَخِرُ ہے۔ جس کے معنی ہیں پیچھے ہونے والا یا پیچھے رہنے والا۔ یہ مفہوم اردو میں عموماً لفظ آخری سے ادا ہوتا ہے۔ (آیت - 4) عربی میں آئِنَ کو غیر معین کرنے کے لیے جب اس کے ساتھ مَا استعمال کرتے ہیں (دیکھیں آیت نمبر - 2/26، نوٹ - 1) تو عام طور پر اسے ملا کر آئِنَمَا لکھتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں بھی یہی اسی طرح ملا کر آئِنَمَا آیا ہے۔ لیکن چند آیات میں آئِنَ سے ما کو الگ کر کے آئِنَ مَالکھا گیا ہے۔ یہ قرآن مجید کا مخصوص املا ہے، جبکہ عام عربی میں اس کو اس طرح لکھنا غلط مانا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں صورتحال یہ ہے کہ جن آیات میں آئِنَمَا ہے وہاں آئِنَ مَالکھنا غلط ہے۔ اور جن آیات میں آئِنَ مَأ آیا ہے وہاں آئِنَمَا لکھنا غلط ہے۔ یہ اصول قرآن مجید کو تحریف سے محفوظ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ (دیکھیں آیت نمبر - 2/61 نوٹ - 1)

ترجمہ

سَبَّحَ لِلَّهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ	وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱
تسبیح کرتی ہے اللہ کی	(ہر) وہ چیز جو	آسمانوں اور زمین میں ہے	اور وہی بالا دست ہے حکمت والا ہے
لَهُ	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ	يُعِی وَيَمِیْتُ ۚ	
اس کے لیے ہی ہے	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت	وہ زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے	
وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲	هُوَ الْاَوَّلُ	وَالْاٰخِرُ	وَالظَّاهِرُ
اور وہ ہر چیز پر	وہ سب سے پہلا ہے	اور آخری ہے	اور ظاہر ہونے والا ہے
وَالْبَاطِنِ ۚ	وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيمٌ ۝۳	هُوَ الَّذِي
اور پوشیدہ رہنے والا ہے	اور وہ ہر چیز کا	علم رکھنے والا ہے	وہ، وہ ہے جس نے
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ ط	يَعْلَمُ
پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	چھ دنوں میں	پھر وہ متمکن ہوا عرش پر	وہ جانتا ہے
مَا يَلِیْجُ فِي الْاَرْضِ	وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا	وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمٰوٰءِ	
اس کو جو گھستا ہے زمین میں	اور اس کو جو نکلتا ہے اس سے	اور اس کو جو اترتا ہے آسمان سے	



وَمَا يَعْزُجُ فِيهَا ط	وَهُوَ مَعَكُمْ	أَيْنَ مَا	كُنْتُمْ ط	وَاللَّهُ بِمَا	تَعْبُدُونَ
اور اس کو جو چڑھتا ہے اس میں	اور وہ تمہارے ساتھ ہے	جہاں کہیں بھی	تم لوگ ہو	اور اللہ اس کو جو	تم لوگ کرتے ہو یا کرو گے

بَصِيرًا ⑤	لَهُ	مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط	وَإِلَى اللَّهِ
دیکھنے والا ہے	اس کے لیے ہی ہے	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت	اور اللہ کی طرف ہی

تُرْجِعُ	الْأُمُورَ ⑤	يُورِجُ الْيَلَّ	فِي النَّهَارِ	وَيُورِجُ النَّهَارَ
لوٹائے جاتے ہیں	سارے معاملات	وہ گھساتا ہے رات کو	دن میں	اور وہ گھساتا ہے دن کو

فِي الْيَلِّ ط	وَهُوَ عَلِيمٌ	بَدَاتِ الصُّدُورِ ①
رات میں	اور وہ جاننے والا ہے	سینوں والی (بات) کو

نوٹ: 1 یہ سورہ سابق سورۃ الواقعہ کی ثنی ہے۔ (یعنی یہ دونوں سورتیں جڑواں بہنیں ہیں) اگرچہ دونوں میں کمی اور مدنی ہونے کے اعتبار سے زمانی اور مکانی بعد (دوری) ہے، لیکن معنوی اعتبار سے دونوں میں بہت زیادہ ربط ہے۔ سابقہ سورہ میں یہ اصولی حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ جزاء و سزا کا دن لازماً آگے رہے گا اور اس دن لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے یعنی سابقون اولون، اصحاب یمین اور اصحاب شمال۔ اس سورہ میں مسلمانوں کو سابقین اولین کی صف میں اپنی جگہ بنانے پر ابھارا گیا ہے۔ (تدبر قرآن)۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے (آیات زیر مطالعہ میں) اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں تاکہ سامعین کو اچھی طرح یہ احساس ہو جائے کہ کس عظیم ہستی کی طرف سے ان کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد سلسلہ وار مضامین بیان ہوئے ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2 آیت 1- میں وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ آیا ہے۔ لفظ هُوَ پہلے لانے سے حصر کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ یعنی بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ وہ عزیز اور حکیم ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک وہی ایسی ہستی ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ عزیز کے معنی ہیں ایسی زبردست اور قدر و قاہر ہستی جس کے اختیارات پر کوئی تحدید (Limitation) نہ ہو۔ اور حکیم کے معنی ہیں کہ وہ ہستی جو کچھ بھی کرتی ہے حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتی ہے۔ اس مقام پر ایک لطیف نکتہ اور بھی ہے جسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے قرآن مجید میں کم ہی مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز کے ساتھ قوی، مقتدر، جبار اور ذواتنقام جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور یہ صرف ان مواقع پر ہوا ہے جہاں سلسلہ کلام اس بات کا متقاضی تھا کہ ظالموں اور نافرمانوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرایا جائے۔ اس طرح کے گنتی کے چند مقامات کو چھوڑ کر باقی جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے عزیز کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ حکیم، علیم، رحیم، غفور، وہاب اور حمید میں سے کوئی لفظ ضرور لایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہستی ایسی ہو جسے بے پناہ طاقت حاصل ہو مگر اس کے ساتھ وہ نادان، بے رحم، بخیل اور بدسیرت ہو تو اس کے اقتدار کا نتیجہ ظلم کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز کے ساتھ اس کے حکیم، علیم، رحیم، غفور، وہاب یا حمید ہونے کا ذکر لازماً کیا گیا ہے تاکہ انسان یہ جان لے کہ جو خدا اس کائنات پر فرمانروائی کر رہا ہے وہ ایک طرف تو کامل اقتدار رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام قابل تعریف صفات و کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔



قرآن کے اس بیان کی پوری اہمیت وہ لوگ زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو حاکمیت (Sovereignty) کے مسئلہ پر فلسفہ سیاست اور فلسفہ قانون کی بحثوں سے واقف ہیں۔ کسی غیر محدود اقتدار کا تصور کرتے ہی انسانی عقل لازماً یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ایسا اقتدار جس کو بھی حاصل ہوا سے ہر نقص سے پاک اور علم و حکمت میں کامل ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر اس اقتدار کا حامل نادان، جاہل، بے رحم اور بدخو ہو تو اس کی حاکمیت سراسر ظلم و فساد ہوگی۔ اس لیے جن فلسفیوں نے کسی انسانی ادارے یا انسانوں کے مجموعے کو حاکمیت کا حامل قرار دیا ہے، ان کو یہ فرض کرنا پڑا ہے کہ وہ غلطی سے پاک ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ نہ تو غیر محدود حاکمیت فی الواقع کسی انسانی اقتدار کو حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ کوئی پارلیمنٹ یا قوم یا پارٹی اپنے محدود اختیار کو بے عیب طریقے سے استعمال کر سکے۔ کیونکہ ایسی حکمت جس میں نادانی کا شائبہ نہ ہو اور ایسا علم جو تمام متعلقہ حقائق پر حاوی ہو، سرے سے پوری نوع انسانی ہی کو حاصل نہیں ہے، کجا کہ وہ کسی ادارے یا قوم کو نصیب ہو جائے۔ ان حقائق کو نگاہ میں رکھ کر اگر کوئی غور کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ قرآن اپنے اس بیان میں درحقیقت حاکمیت کا بالکل صحیح تصور پیش کر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)۔

نوٹ: 3

آیت 3 کی تفسیر اور اول و آخر اور ظاہر و باطن کے معانی میں مفسرین حضرات کے دس سے زیادہ اقوال منقول ہیں، جن میں کوئی تعارض نہیں، سبھی کی گنجائش ہے۔ لفظ اول کے معنی تو متعین ہیں، یعنی وجود کے اعتبار سے تمام موجودات سے مقدم اور پہلا ہے، کیونکہ ساری موجودات اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اس لیے وہ سب سے اول ہے۔ آخر کا مطلب ہے کہ تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد بھی وہ باقی رہے۔ جیسا کہ سورۃ القصص کی آیت 88 میں ہے کہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ اور فنا سے مراد عام ہے خواہ عدم وجود واقع ہو جائے، جیسے قیامت کے روز عام مخلوقات فنا ہو جائیں گی، یا فنا کا وقوع نہ ہو مگر اس کا فنا اور عدم وجود ممکن ہو اور جس کے موجود ہونے کے وقت بھی اسے فانی کہہ سکتے ہوں۔ اس کی مثال جنت و دوزخ اور ان میں داخل ہونے والے اچھے بُرے انسان ہیں۔ ان کا وجود فنا نہیں ہوگا مگر فنا ہونے کے امکان سے پھر بھی خالی نہ ہوں گے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس پر کسی مفہوم سے نہ پہلے کبھی عدم طاری ہو اور نہ آئندہ کبھی اس کا امکان ہے۔ اس لیے اس کو آخر کہہ سکتے ہیں۔ اور ظاہر کا مطلب ہے کہ اس کی حکمت و قدرت کے مظاہر دنیا کے ہر ذرہ میں نمایاں ہیں۔ اس لحاظ سے اس عالم میں اس سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہیں ہے۔ اور اپنی ذات کی حقیقت کے اعتبار سے وہ باطن ہے کیونکہ اس کی حقیقت تک کسی عقل و خیال کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (7 تا 11)

(آیت 10) مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَيُضِعْفَهُ كَأَنَّ سَبِيحَهُ لِيُضِعْفَ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 11) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 12) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 13) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 14) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 15) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 16) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 17) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 18) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 19) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 20) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 21) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 22) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 23) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 24) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 25) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 26) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 27) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 28) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 29) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 30) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 31) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 32) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 33) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 34) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 35) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 36) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 37) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 38) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 39) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 40) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 41) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 42) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 43) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 44) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 45) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 46) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 47) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 48) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 49) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 50) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 51) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 52) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 53) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 54) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 55) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 56) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 57) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 58) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 59) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 60) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 61) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 62) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 63) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 64) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 65) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 66) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 67) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 68) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 69) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 70) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 71) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 72) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 73) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 74) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 75) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 76) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 77) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 78) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 79) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 80) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 81) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 82) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 83) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 84) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 85) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 86) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 87) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 88) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 89) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 90) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 91) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 92) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 93) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 94) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 95) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 96) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 97) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 98) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 99) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔ (آیت 100) مَنْ ذَا دَرَأَ مِنْ ذَاكَ هُوَ يَضِعْفُ حَالَتِ نَصَبٍ فِيهِ هُوَ۔

ترکیب

ترجمہ

جَعَلَكُمْ	وَ أَنْفَعُوا مَتَانًا	أَمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ
اس نے بنایا تم لوگوں کو	اور خرچ کرو اس میں سے	تم لوگ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر



مُسْتَخْلَفِينَ	فِيهِ ط	فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ	وَأَنْفَقُوا 800
جانشین کیا ہوا،	جس میں	پھر جو لوگ ایمان لائے تم میں سے	اور انہوں نے خرچ کیا
لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ⑤	وَمَا لَكُمْ	لَا تَتُومِنُونَ بِاللَّهِ ج	وَالرَّسُولِ
ان کے لیے ایک بڑا اجر ہے	اور تم لوگوں کو کیا (ہو گیا) ہے	تم لوگ ایمان نہیں لاتے اللہ پر	حالانکہ یہ رسول
يَدْعُوكُمْ	لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ	وَقَدْ أَخَذَ	مِيثَاقَكُمْ
دعوت دیتے ہیں تم کو	کہ تم لوگ ایمان لاؤ اپنے رب پر	اس حال میں کہ وہ لے چکے ہیں	تم سے پختہ عہد
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ①	هُوَ الَّذِي يُبَيِّنُ	عَلَى عَبْدٍ ٥	آيَاتِ بَيِّنَاتٍ
اگر تم لوگ ایمان لانے والے ہو	وہ، وہ ہے جو اتارتا ہے	اپنے بندے پر	واضح آیات
رِيحُ جَمِّكُمْ	مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط	وَأَنَّ اللَّهَ بِكُمْ	
تا کہ وہ (اللہ) نکالے تم کو	اندھیروں سے روشنی کی طرف	اور بیشک اللہ تم لوگوں پر	
لِرِءْوَفٍ	رَحِيمٌ ①	وَمَا لَكُمْ	فِي سَبِيلِ اللَّهِ
یقیناً انتہائی شفقت کرنے والا ہے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	اور تمہیں کیا (ہو گیا) ہے	اللہ کی راہ میں
وَاللَّهُ	مِيرَاتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط	لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ	مَنْ
حالانکہ اللہ ہی کے لیے ہے	آسمانوں اور زمین (کی میٹروں) کا ترکہ	برابر نہیں ہیں تم میں سے	وہ لوگ جنہوں نے
أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ	وَقَاتَلَ ط	أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً	مِنَ الَّذِينَ
خرچ کیا اس فتح سے پہلے،	اور قتال کیا،	یہ لوگ زیادہ عظیم ہیں بلحاظ درجے کے	ان لوگوں سے جنہوں نے
أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ	وَقَاتَلُوا ط	وَعَدَّ اللَّهُ	الْحُسْنَى ط
خرچ کیا اس کے بعد	اور قتال کیا	وعدہ کیا اللہ نے	اچھائی کا
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ	خَبِيرٌ ⑤	مَنْ ذَا الَّذِي	يُقْرِضُ اللَّهَ
اور اللہ اس سے جو تم لوگ کرتے ہو	باخبر ہے	کون ہے وہ جو	قرض دے اللہ کو
قَرْضًا حَسَنًا	فِيضِعْفَهُ	لَهُ	أَجْرٌ كَرِيمٌ ①
ایک خوبصورت قرضہ	نتیجتاً وہ کئی گنا کرے اس (قرض) کو	اس (قرض دینے والے) کے لیے	ایک باعزت اجر ہے

نوٹ: 1

اُمْنُوا کا خطاب اگرچہ بظاہر عام ہے لیکن آگے قرائن سے واضح ہو جائے گا کہ روئے سخن دراصل ایسے مسلمانوں کی طرف ہے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا قرار تو کر لیا ہے لیکن جب ایمان کے تقاضے انفاق اور قتال کی صورت میں سامنے آئے تو اس کا حق ادا نہیں کر پارہے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہاں فعل اُمْنُوا اپنے کامل اور حقیقی معنی میں ہے جیسے سورۃ النساء کی آیت۔ 136 میں ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم



لوگ ایمان لاؤ (تدبر قرآن) ظاہر ہے کہ سورۃ النساء کی آیت میں اہل ایمان سے مطالبہ یہ ہے کہ ایمان کے ابتدائی مرحلے میں زبانی اقرار سے تو تم گزر چکے۔ اب ایمان کے بلند درجات کو عبور کرتے ہوئے دلی تصدیق کے مرحلے تک رسائی حاصل کرو۔ آیت زیر مطالعہ میں بھی مطالبہ ہے اور اس کے ساتھ یہ رہنمائی بھی ہے کہ ایمان کے بلند درجات عبور کرنے کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جان خرچ کرے۔ (مرتب)۔

نوٹ: 2

آیت 10 میں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ میراث اصل میں اس ملکیت کو کہتے ہیں جو پچھلے مالک کے انتقال کے بعد زندہ رہنے والے وارثوں کو ملا کرتی ہے۔ اور یہ ملکیت جبری ہوتی ہے کہ مرنے والا چاہے یا نہ چاہے، جو وارث ہوتا ہے ملکیت اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ یہاں میراث کے لفظ میں حکمت یہ ہے کہ تم لوگ چاہو یا نہ چاہو آج تم جس جس چیز کے مالک سمجھے جاتے ہو وہ سب بالآخر اللہ تعالیٰ کی ملکیت خاصہ میں منتقل ہو جائے گی۔ اس لیے اس وقت جبکہ تمہیں ظاہری ملکیت حاصل ہے، اگر تم اس میں سے کچھ اللہ کے نام خرچ کر دو گے تو اس کا بدل تمہیں آخرت میں مل جائے گا۔ اس طرح گویا اللہ کی راہ میں خرچ کی ہوئی چیز کی ملکیت تمہارے لیے دائمی ہو جائے گی۔

نبی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز ہم نے ایک بکری ذبح کی جس کا اکثر حصہ تقسیم کر دیا، صرف ایک دستی گھر کے لیے رکھ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ اس بکری میں سے کیا باقی رہا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک دستی باقی رہ گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! ساری بکری باقی رہ گئی ہے صرف یہ دستی باقی نہیں رہی۔ کیونکہ ساری بکری اللہ کی راہ میں خرچ کر دی گئی، وہ اللہ کے یہاں تمہارے لیے باقی رہے گی اور یہ دستی جو اپنے کھانے کے لیے رکھی ہے، یہ ہمیں فنا ہو جائے گی۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 3

اکثر مفسرین نے الفتح سے مراد فتح مکہ لیا ہے۔ جبکہ کچھ مفسرین اس سے مراد صلح حدیبیہ لیتے ہیں۔ اس رائے کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید کا حضرت عبدالرحمن بن عوف سے جھگڑا ہو گیا۔ اس میں خالد نے عبدالرحمنؓ سے کہا تم لوگ اپنی پچھلی خدمات کی بنا پر ہم سے دوں کی لیتے ہو۔ یہ بات جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم لوگ احد کے برابر سونا بھی خرچ کرو تو ان لوگوں کے اعمال کو نہ پہنچ سکو گے۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں الفتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ حضرت خالد اسی صلح کے بعد ایمان لائے تھے اور فتح مکہ میں شریک تھے۔

لیکن اس خاص موقع پر الفتح سے مراد خواہ صلح حدیبیہ لی جائے یا فتح مکہ بہر حال اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ درجات کا یہ فرق بس اسی ایک فتح پر ختم ہو گیا۔ بلکہ اصولاً اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کبھی اسلام پر ایسا کوئی وقت آجائے جب کفار کا پلڑہ بہت بھاری ہو اور بظاہر اسلام کے غلبہ کے آثار دور دور کہیں نظر نہ آتے ہوں، اس وقت جو لوگ اسلام کی حمایت میں جان (وقت اور صلاحیت) اور مال خرچ کریں گے، ان کے مرتبے کو وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے جو کفر و اسلام کی کشمکش کا فیصلہ اسلام کے حق میں ہونے کے بعد قربانیاں دیں گے۔ (تفہیم القرآن) یہ بات بہت واضح ہے کہ اللہ نے ہم کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے مکی دور میں پیدا کیا ہے۔ یارانِ نکتہ داں کے لیے یہ ایک (Life Time Opportunity) ہے۔ جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں، مینا سی کا ہے۔ (مرتب)۔



آیت نمبر (12 تا 15)

800

ترجمہ

يَوْمَ تَرَى	الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	يَسْعَى نُورُهُمْ	بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
جس دن آپ دیکھیں گے	مومن مردوں اور مومن عورتوں کو	دوڑتا ہوگا ان کا نور	ان کے آگے

وَيَأْتِيهِمْ	بُشْرَانِكُمْ الْيَوْمَ	جَدَّتْ	تَجْرِي
اور ان کے دائیں طرف	تمہاری بشارت ہے آج کے دن	ایسے باغات	بہتی ہیں

خَلِيدِينَ فِيهَا	ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝	يَوْمَ يَقُولُ
ہمیشہ رہنے والے اس میں	یہی شاندار کامیابی ہے	جس دن کہیں گے

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ	لِلَّذِينَ آمَنُوا	انظرونا	نَقْتَبِسُ مِنْ نُورِكُمْ ۝
منافق مرد اور منافق عورتیں	ان لوگوں سے جو ایمان لائے	تم لوگ رعایت کرو ہماری	تو ہم حصہ حاصل کر لیں تمہارے نور سے

قِيلَ ارْجِعُوا	وَرَاءَكُمْ	فَالْتَبَسُوا نُونًا	فَضْرَبَ بَيْنَهُمْ
کہا جائے گا تم لوگ لوٹ جاؤ	اپنے پیچھے کی طرف	پھر تلاش کرو نور کو	پھر بنا دی جائے گی ان کے درمیان

لَهُ بَابٌ	بَاطِنُهُ	فِيهِ الرَّحْمَةُ	وَظَاهِرُهُ	مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝
جس کا ایک دروازہ ہوگا	اس کا باطن (ایسا) ہوگا	جس میں رحمت ہوگی	اور اس کا ظاہر (ایسا) ہوگا	جس کے سامنے سے عذاب ہوگا

يُنَادُوهُمْ	أَلَمْ نَكُنْ	مَعَكُمْ ط	قَالُوا بَلَى	وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ
وہ (منافق) لوگ آوازیں دیں گے ان (مومن) لوگوں کو	کیا ہم نہیں تھے	تم لوگوں کے ساتھ	وہ لوگ کہیں گے کیوں نہیں	اور لیکن تم لوگوں نے فتنہ میں ڈالا

أَنْفُسِكُمْ	وَتَرَبَّصْتُمْ	وَأَرْبَبْتُمْ	وَعَزَّيْتُمْ	الْأَمَانِي	حَتَّى جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ
اپنی جانوں کو	اور انتظار میں رہے	اور شبہ میں پڑے	اور فریب دیا تم لوگوں کو	آرزوؤں نے	یہاں تک کہ آن پہنچا اللہ کا حکم

وَعَزَّيْتُمْ	بِاللَّهِ	الْغُرُورُ ۝	فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ	فِدْيَةٌ
اور فریب دیا تم لوگوں کو	اللہ کے بارے میں	اس انتہائی دھوکے باز نے	تو اس دن نہیں لی جائے گی تم لوگوں سے	بدلے میں کوئی چیز

وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا	مَاؤِكُمْ	النَّارُ ط	هِيَ مَوْلَاكُمْ ط	وَيَسُّسُ الْمَصِيدُ ۝
اور نہ ان سے جنہوں نے (کھلا) انکار کیا	تم سب کا ٹھکانہ	یہ آگ ہے	یہ (اب) تمہاری کرتا دھرتا ہے	کتتی بری ہے یہ لوٹنے کی جگہ

آیت - 12 - اور بعد والی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں نور صرف مومنین صالحین کو ملے گا۔ وہاں روشنی جو کچھ بھی ہوگی، وہ صالح عقیدے اور صالح عمل کی ہوگی۔ جس شخص کا عمل جتنا تابندہ ہوگا اس کے نور کی روشنی اتنی ہی زیادہ تیز ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی کا نور اتنا تیز ہوگا کہ مدینہ سے عدن تک پہنچ رہا ہوگا۔ کسی کا نور مدینہ سے صنعاء تک اور کسی کا اس سے کم، یہاں تک کہ کوئی مومن ایسا بھی ہوگا

نوٹ: 1



جس کا نور اس کے قدموں سے آگے نہ بڑھے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس کی ذات سے دنیا میں جتنی بھلائی پھیلی ہوگی اس کا نور اتنا ہی تیز ہوگا۔ اور دنیا میں جہاں تک اس کی بھلائی پہنچی ہوگی، میدانِ حشر میں اتنی مسافت تک اس کے نور کی شعاعیں دوڑ رہی ہوں گی۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ: 2

آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روشنی اسی انفاق کے فیض سے حاصل ہوگی جس کی دعوت گزشتہ آیت 10-11 میں دی گئی ہے۔ نیز آیت 9- میں یہ جو ہے کہ اللہ تعالیٰ اٰلِیْتِ بَیِّنَاتٍ اتارتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے تو یہاں اٰلِیْتِ بَیِّنَاتٍ سے اشارہ خاص طور پر ان قرآنی آیات کی طرف ہے جو انفاق کی عظمت اور اہمیت واضح کرنے کی لیے نازل ہوئیں، کیونکہ اسی انفاق کی جرئت ہے اور وہ نور حکمت عطا ہوتا ہے جو اسکی تاریکیوں میں بھی انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور آخرت میں بھی یہ رہنمائی کرے گا۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ) واضح رہے کہ دین کی خاطر بندہ چاہے مال خرچ کرے یا اپنا وقت، علم، صلاحیت یا ذاتی مثال سے رہنمائی کرے، سب انفاق میں شامل ہیں۔ ذاتی رہنمائی کے انفاق ہونے کے متعلق آراء مختلف ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس کے شفاعت حسنہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ اور انفاق کی طرح شفاعت حسنہ بھی انشاء اللہ نور کے حصول کا ذریعہ بنے گی۔ ذاتی رہنمائی کرنے کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک صاحب عمرہ سے واپس آئے تو ان کے دوست نے ان کو مبارک باد دی۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ قبول کرے تو یہ مبارک باد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے کیونکہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کرنے گیا تھا۔ ان کے دوست نے کہا کہ اگلے ماہ میں بھی عمرہ کرنے جا رہا ہوں لیکن سوچا تھا کہ یہ عمرہ میں اپنے مرحوم والدین کی طرف سے کروں گا۔ انہوں نے اپنے دوست کو سمجھایا کہ تم عمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرو۔ اس کے بعد اللہ سے دعا کرو کہ میرے مرحوم والدین اور خاندان کے تمام مرحومین کو اس کا ثواب بخش دے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ تمہارے حساب کے ساتھ خاندان کے تمام مرحومین کے حساب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کرنے کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔ اس کے بعد ان صاحب کے حلقہ میں تین یا چار افراد اس طرح عمرہ کر چکے ہیں۔ اس طرح یا کسی اور انداز میں ذاتی مثال سے تبلیغ کرنے کا عمل بھی انشاء اللہ میدانِ حشر میں نور میں اضافے کا سبب بنے گا۔ (مرتب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت بھی تلاوت کرے گا، تو وہ آیت اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر نور کا سبب بنے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حج و عمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے لیے جو سر منڈایا جاتا ہے تو اس میں سے جو بال زمین پر گرتا ہے وہ قیامت کے روز نور ہوگا۔ میدانِ حشر میں نور و ظلمت کے اسباب سے متعلق بارہ احادیث معارف القرآن کی جلد ہشتم کے صفحہ 308-309 پر دی ہوئی ہیں۔ ان میں سے صرف تین نقل کی گئی ہیں۔

نوٹ: 3

ایک حدیث میں ہے کہ پھر تم لوگ قبروں سے میدانِ حشر کی طرف منتقل کیے جاؤ گے جس میں مختلف مراحل ہوں گے۔ ایک مرحلہ ایسا آئے گا کہ اللہ کے حکم سے کچھ چہرے سفید اور روشن کر دیئے جائیں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ پھر ایک مرحلہ پر میدانِ حشر میں جمع ہونے والے سب لوگوں پر، جن میں مومن اور کافر سب شامل ہوں گے، ایک شدید ظلمت اور اندھیری طاری ہو جائے گی، کسی کو کچھ نظر نہ آئے گا، اس کے بعد نور تقسیم کیا جائے گا۔ ہر مومن کو نور عطا کیا جائے گا اور کفار و منافقین کو نور نہ دیا جائے گا۔ مگر ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پل صراط کے پاس اللہ تعالیٰ ہر مومن کو نور عطا فرمادیں گے اور ہر منافق کو بھی۔ مگر جب یہ پل صراط پر پہنچ جائیں گے تو منافقین کا نور سلب کر لیا جائے گا۔ تفسیر مظہری میں ان دونوں احادیث کی تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ وہ منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے، ان کو تو شروع ہی



سے کفار کی طرح کوئی نور نہیں ملے گا۔ اور وہ منافقین جو اس اُمت میں بعد میں پیدا ہوئے جن کو منافقین کا نام اس لیے نہیں دیا جاسکے گا کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اب کسی کے بارے میں یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ دل سے مومن نہیں، صرف زبان کا اقرار ہے، یہی وجہ ہے کہ اُمت میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو منافق کہے، لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے، اس لیے جو لوگ اللہ کے علم میں منافق ہوں گے، ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ شروع میں ان کو بھی نور دے دیا جائے گا اور بعد میں سلب کر لیا جائے گا۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (16 تا 20)

ترکیب

(آیت - 16) یَاۤیْنَٰ دراصل مضارع یَاۤیْنِیْ ہے۔ کَمَ داخل ہے۔ کَمَ داخل ہونے کی وجہ سے مضارع مجزوم ہوا تو ”یٰ“ گر گئی۔ اُن کی وجہ سے تَخْشَعُ مضارع منصوب آیا ہے۔ لَا یَکُونُوۡا سے نون اعرابی کا گرا ہوا ہونا بتا رہا ہے کہ یہ بھی اُن پر عطف ہونے کی وجہ سے مضارع منصوب ہے۔ یعنی اصل مفہوم یہ ہے کہ اَلَّذِیۡنَ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَلَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اٰوْتُوۡا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ (آیت - 18) اَلْمُصَدِّقِیۡنَ اصل میں باب تفعیل کا اسم الفاعل اَلْمُتَّصِدِّقِیۡنَ ہے۔ قاعدے کے مطابق تا کو ص میں تبدیل کر کے ادغام کر دیا گیا ہے۔ اَقْرَضُوۡا سے پہلے مَن محذوف ہے۔ یُضَعَفُ کا نائب فاعل اس میں شامل ضمیر هُوَ جو قَرْضًا حَسَنًا کے لیے ہے۔ (آیت - 20) کَمَثَلِ غَیۡثٍ کَاتِلِقِ اَلْحَیۡوَةِ الدُّنْیَا سے ہے۔ یعنی اَنۡمًا اَلْحَیۡوَةُ الدُّنْیَا کَمَثَلِ غَیۡثٍ۔

ترجمہ

اَلَّذِیۡنَ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	اَنۡ تَخْشَعُ قُلُوۡبُهُمۡ	اَلَّذِیۡنَ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	اَلَّذِیۡنَ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	اَلَّذِیۡنَ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	اَلَّذِیۡنَ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
ان کے لیے جو ایمان لائے	کہ جھک جائیں ان کے دل	ان کے لیے جو ایمان لائے	ان کے لیے جو ایمان لائے	ان کے لیے جو ایمان لائے	ان کے لیے جو ایمان لائے
لِذِکْرِ اللّٰهِ	وَمَا نَزَّلَ	مِنَ الْحَقِّ	وَلَا یَکُوۡنُوۡا	لِذِکْرِ اللّٰهِ	وَمَا نَزَّلَ
اللہ کے ذکر کے لیے	اور اس کے لیے جو نازل ہوا	الحق میں سے	اور (کیا وقت نہیں آیا کہ) وہ لوگ نہ ہوں	اللہ کے ذکر کے لیے	اور اس کے لیے جو نازل ہوا
کَالَّذِیۡنَ	اُوْتُوۡا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ	فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ	فَقَسَّتْ قُلُوۡبُهُمۡ ط	کَالَّذِیۡنَ	اُوْتُوۡا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ
ان کے جیسے جن کو	دی گئی کتاب اس سے پہلے	پھر طویل ہوئی ان پر مدت	پھر سخت ہو گئے ان کے دل	ان کے جیسے جن کو	دی گئی کتاب اس سے پہلے
وَکَثِیۡرٌ مِّنْهُمۡ	فَسِیۡقُوۡنَ ۝۱۶	اَعْلَمُوۡا اَنَّ اللّٰهَ	بَعَدَ مَوْتِهَا ط	وَکَثِیۡرٌ مِّنْهُمۡ	فَسِیۡقُوۡنَ ۝۱۶
اور ان میں سے اکثر	نافرمانی کرنے والے ہیں	تم لوگ جان لو کہ اللہ	اس کی موت کے بعد	اور ان میں سے اکثر	نافرمانی کرنے والے ہیں
قَدْ بَیۡتَنَا	لَکُمُ الْاٰیٰتِ	لَعَلَّکُمۡ تَعْقِلُوۡنَ ۝۱۷	اِنَّ الْمَصَدِّقِیۡنَ وَالْمَصَدِّقٰتِ	قَدْ بَیۡتَنَا	لَکُمُ الْاٰیٰتِ
ہم واضح کر چکے	تم لوگوں کے لیے نشانیوں کو	شاید تم لوگ عقل (استعمال) کرو	بیشک صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں	ہم واضح کر چکے	تم لوگوں کے لیے نشانیوں کو
وَاقْرَضُوۡا اللّٰهَ	قَرْضًا حَسَنًا	یُضَعَفُ لَهُمۡ	وَ لَهُمۡ اَجْرٌ کَرِیۡمٌ ۝۱۸	وَاقْرَضُوۡا اللّٰهَ	قَرْضًا حَسَنًا
اور (جو بھی) قرض دے اللہ کو	کوئی (بھی) خوبصورت قرضہ	تو اس کو کئی گنا کیا جائے گا ان کے لیے	اور ان کے لیے ایک عزت والا اجر ہے	اور (جو بھی) قرض دے اللہ کو	کوئی (بھی) خوبصورت قرضہ
وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	بِاللّٰهِ وَرُسُلِہٖ	اُولٰٓئِکَ	هُمُ الصّٰدِقِیۡنَ ۝۱۹ وَالشّٰہِدَآءُ	وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	بِاللّٰهِ وَرُسُلِہٖ
اور جو لوگ ایمان لائے	اللہ اور اس کے رسولوں پر	ان لوگوں (میں سے)	ہی صدیقین اور شہداء ہیں	اور جو لوگ ایمان لائے	اللہ اور اس کے رسولوں پر



عِنْدَ رَبِّهِمْ ط	لَهُمْ أَجْرُهُمْ	وَنُورُهُمْ ط	وَالَّذِينَ كَفَرُوا	وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
اپنے رب کے پاس	ان کے لیے ان کا اجر ہے	اور ان کا نور ہے	اور جنہوں نے انکار کیا	اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو

أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ع	إِعْمَالًا	أَنْبَاءَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	لَعِبٌ وَ لَهْوٌ وَ زِينَةٌ
وہ لوگ دوزخ والے ہیں	تم لوگ جان لو	کہ دنیوی زندگی تو بس	کھیل کود ہے اور تماشہ ہے اور زینت ہے

وَتَفَاخُرًا بَيْنَكُمْ	وَتَكَاتُرًا	فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ط	كَمَثَلِ غَيْثٍ
اور فخر کرنا ہے آپس میں	اور ایک دوسرے پر کثرت حاصل کرنا ہے	مال اور اولاد میں	(نیز دنیوی زندگی) کسی بارش کی مثال کی طرح ہے

أَعْجَبَ	الْكَفَّارَ	نَبَاتًا	ثُمَّ يَهْبِجُ	فَكَرَاهُ	مُصْفَرًّا	ثُمَّ يَكُونُ حَطَامًا ط
دکھش لگا	کسان کو	جس کا سبزہ	پھر وہ زور پر آتا ہے	تو تو دیکھتا ہے اس کو	پیلا پڑتے ہوئے	پھر وہ ہو جاتا ہے روند اہوا

وَفِي الْآخِرَةِ	عَذَابٌ شَدِيدًا	وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ	وَرِضْوَانًا ط
اور آخرت میں	شدید عذاب ہے	اور مغفرت ہے اللہ (کی طرف) سے	اور (اس کی) رضامندی ہے

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا	إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ع
اور دنیوی زندگی (کچھ) نہیں ہے	سوائے دھوکے کے سامان کے

خشوع قلب سے مراد دل کا نرم ہونا اور وعظ و نصیحت کو قبول کرنا ہے۔ اور قرآن کے لیے خشوع یہ ہے کہ اس کے احکام، اوامر و نواہی کی اطاعت کے لیے تیار ہو جائے اور اس پر عمل کرنے میں کسی سستی اور کمزوری کو راہ نہ دے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مومنین کے قلوب میں عمل کے اعتبار سے کچھ سستی معلوم کی تو اس پر یہ آیت (نمبر-16) نازل ہوئی۔ امام اعمشؒ نے فرمایا کہ مدینہ پہنچنے کے بعد صحابہ کرامؓ کو کچھ معاشی سہولتیں اور آرام ملا تو بعض حضرات میں عمل کی جدوجہد، جوان کی عادت تھی، اس میں کچھ کمی اور سستی پائی گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مومنین کو مکمل خشوع اور عمل صالح کے لیے مستعد رہنے کی تعلیم ہے اور خشوع قلب ہی پر تمام اعمال کا مدار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے جو چیز لوگوں سے اٹھالی جائے گی وہ خشوع ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ: 1

دل کی نرمی اگر وقتی ہو تو اس کے لیے خشوع قلب کی اصطلاح ہے، لیکن کسی کی شخصیت میں یہ دل نرمی اگر مستقل صفت بن جائے تو اس کے لیے قرآن کی اصطلاح ہے ”رَعْفَةٌ“۔ اور اس صفت کی حامل شخصیت کو رَعُوفٌ کہتے ہیں۔ قرآن میں یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ صرف ایک جگہ، سورۃ التوبہ-128، یہ لفظ رسول اللہؐ کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ انگریزی میں اس کو Empathy کہتے ہیں جو Sympathy (ہمدردی) سے بلند تر درجہ کی خوبی مانی جاتی ہے۔ (اپنی شخصیت میں اس خوبی کو اجاگر کرنے کے خواہشمند اصحاب اس کی مزید وضاحت دیکھنے کا سلیقہ کورس میں دیکھ لیں۔)

نوٹ: 2

اس حوالے سے اب یہ سمجھ لیں کہ ایمان لانے کے بعد عمل صالح کے تقاضوں کو طوعاً اور کرہاً پورا کرنا اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔ لیکن اس کے آگے دلی آمادگی، جذبے، شوق اور پھر لگن کے ساتھ ان تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے درجہ بدرجہ ترقی کر کے درجہ احسان تک پہنچنے پر آمادہ کرنے کے لیے جو عوامل انسان کے لیے مہیز کا کام کرتے ہیں ان میں سے دو بنیادی عوامل کا یہاں ذکر ہے۔ پہلا ہے رقت قلبی جو اوپر ہم سمجھ چکے۔ دوسرا ہے اسلام کے نظریہ آخرت کو دل و دماغ میں حاضر رکھنا۔ اس کا ذکر آیت-17 میں ہے کہ آئے دن تمہاری آنکھوں کے سامنے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو اور اس حقیقت کو دل و دماغ میں حاضر رکھو کہ اس طرح اللہ تمہیں بھی دوبارہ



زندہ کرے گا اور پھر تم ان تمام مراحل سے گزرتے ہوئے اپنے اس انجام تک پہنچو گے جس کی خبر انبیاء و رسل دیتے آئے ہیں۔ یہ دونوں عوامل جب مہمیز لگاتے ہیں تو انسان عمل صالح کے اس مرحلہ میں داخل ہوتا ہے جو صالح لوگوں میں سے کچھ کی زندگی میں عموماً سب سے آخر میں آتا ہے۔ اور وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان (یعنی وقت اور صلاحیت) اور مال خرچ کرنا۔ اور جب کوئی بندہ اپنے ظروف و احوال میں رہتے ہوئے اپنے مقدور بھرد و دعوت و تبلیغ کی جدوجہد یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں لگ جاتا ہے، تو وہ صالحین کے زمرے سے ترقی کر کے شہداء کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔

پھر یہ جہاد پارٹی ڈسپلن کے پریشر کے تحت نہ ہو، نہ دیکھا دیکھی ہو، نہ ہسکا ہو رہی ہو، بلکہ اللہ کے بندوں کو آگ کے گڑھے کی طرف بڑھتے دیکھ کر اور اپنے مسلمان بھائیوں کے اخروی انجام کو خطروں میں گھرا دیکھ کر دل میں جو کسک اور ٹیس اٹھتی ہے، اس کے تحت وہ دعوت و تبلیغ میں اپنی جان اور اپنا مال کھپائے تو اخلاص کی پہلی شرط پوری ہو جائے گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس جدوجہد کے عوض نہ پارٹی میں اعلیٰ عہدوں کی تمنا ہو اور نہ کسی داد و ہوش کی آرزو ہو، بلکہ اس کا اجر صرف اللہ سے مطلوب ہو اور آخرت میں مطلوب ہو۔ جہاد مع انفس کرتے ہوئے بندہ جب اپنے جہاد فی سبیل اللہ کی نیت اور اعمال کے اخلاص میں درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے اس کی تکمیلی مرحلہ میں داخل ہوتا ہے، تو وہ شہداء کے زمرے سے ترقی کر کے صدیقین کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ وہ بلند ترین درجہ ہے جہاں تک بندہ اپنے کسب سے رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے اوپر انبیاء کا زمرہ ہے جس کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ لیکن جب یہ دروازہ کھلا ہوا تھا اس وقت بھی یہ رتبہ کسی نہیں تھا بلکہ وہی تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ بلند درجات تو دور کی بات ہے، خود ہدایت بھی کسی نہیں بلکہ وہی ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ (اے نبی ﷺ) بیشک آپ ﷺ ہدایت نہیں دیتے جس کو آپ چاہیں بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔ (القصص - 56)۔ اس لیے جو کچھ بھی ہے سب وہی ہے۔ یہ اُس کی دین ہے جس کو پروردگار دے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ يَقِيْنًا دین تو اللہ ہی کی ہے لیکن عند الطلب ہے، بن مانگے نہیں ملتی سوائے نبوت کے جو بن مانگے ملتی تھی۔ لَيْسَ لِّلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعَى (انسان کے لیے کچھ نہیں ہے سوائے اس کے جو اس نے کوشش کی)۔ (النجم - 39) اس لیے یہ رویہ درست نہیں ہے کہ سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے انسان خود کو عمل سے فارغ کر لے۔ درست طرز عمل یہ ہے کہ جس چیز کی طلب ہو انسان اس کے لیے کوشش کرے، پھر کوشش کا نتیجہ اللہ کے حوالے کرے۔ پھر جو نتیجہ نکلے اسے اپنا کارنامہ نہ سمجھے کیونکہ کوشش کا نتیجہ اللہ کی دین ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب اور سعی بندے کا کسب ہے اور نتیجہ اللہ کی دین ہے۔

آیت نمبر (21 تا 25)

ترجمہ

سَأَيُّقُوْا	اِلَىٰ مَغْفِرَةٍ	مِّن رَّبِّكُمْ
تم لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو	ایک ایسی مغفرت کی طرف جو	تمہارے رب (کی طرف) سے ہے



وَجَنَّةٍ	عَرْضُهَا	كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ	أَعْدَّتْ لِلَّذِينَ
اور ایک ایسی جنت کی طرف	جس کی وسعت	زمین و آسمان کی وسعت کی طرح ہے	جو تیار کی گئی ان کے لیے جو 800
أَمْنًا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۗ	ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ	يُؤْتِيهِ	مَنْ يَشَاءُ ۗ
ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر	یہ اللہ کا فضل ہے	وہ دیتا ہے اسے (فضل)	اس کو جسے وہ چاہتا ہے
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝	مَا أَصَابَ	مِنْ مُصِيبَةٍ	فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ
اور اللہ بڑے فضل والا ہے	نہیں آگتی	کوئی بھی آگنے والی	زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں
إِلَّا فِي كِتَابٍ	مَنْ قَبْلَ أَنْ	تَبْرَأَهَا ۗ	إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ
سوائے اس کے کہ (وہ) ایک کتاب میں ہے	اس سے پہلے کہ	ہم وجود بخشتے ہیں اس کو	یسیٰ ۝
تاکہ تم لوگ مایوس نہ ہو	اس پر جو	نکل گیا تم سے	اور اللہ پسند نہیں کرتا
كُلِّ مَخْتَلٍ فَخُورٍ ۝	إِلَّذِينَ يَبْخُلُونَ	وَيَا مَرُونَ النَّاسِ	بِالْبُخْلِ ۗ
سب اکڑنے والوں فخر کرنے والوں کو	وہ لوگ جو کنجوسی کرتے ہیں	اور ترغیب دیتے ہیں لوگوں کو	کنجوسی کی
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ	فَإِنَّ اللَّهَ	هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝	لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا
اور جو روگردانی کرتا ہے	تو یقیناً اللہ	ہی بے نیاز ہے حمد کیا ہوا ہے	بیشک ہم بھیج چکے اپنے رسولوں کو واضح (نشانیوں) کے ساتھ
وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ	الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ	لِيَقُومَ النَّاسُ	بِالْقِسْطِ ۗ
اور ہم نے اتارا ان کے ساتھ	الکتاب اور وزن کرنے کا پیمانہ	تاکہ قائم رہیں لوگ	انصاف پر
وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ	فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ	وَمَنْافِعٌ لِلنَّاسِ	وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ
اور ہم نے اتارا لوہا	جس میں شدید سختی ہے	اور فائدے ہیں لوگوں کے لیے	اور تاکہ جان لے اللہ
مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ	بِالْغَيْبِ ۗ	إِنَّ اللَّهَ	قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝
کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی	غائبانہ	یقیناً اللہ	قوی ہے بالا دست ہے

نوٹ: 1

آیت - 22 - میں ایک حقیقت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ ہر انسان پر ایسے یا برے، جو بھی حالات وارد ہوتے ہیں وہ سب اللہ کے اذن سے ہوتے ہیں۔ اس کے اذن کے بغیر پتہ بھی جنبش نہیں کر سکتا۔ پھر اگلی آیت میں بتایا کہ تم سے کوئی چیز جاتی رہے تو مایوس مت ہو اور کچھ مل جائے تو اتراؤ مت۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس ہونا اور کچھ مل جانے پر خوشی ہونا بشری تقاضے ہیں اور اسلام میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ آیت - 23 - میں جس طرز عمل سے روکا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان فطری افسوس کو پال پوس کر بڑھائے اور اپنے اوپر طاری رکھے تاکہ دوسروں کی ہمدردیاں حاصل کرتا رہے۔ یا فطری خوشی بڑھا چڑھا کر اس کی نمائش کرتا رہے تاکہ دوسروں کے دلوں میں حسرت اور حسد پیدا ہو۔ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ غم اور خوشی کے جذبات کو کنٹرول کر کے ایک حد کے اندر رکھے اور ان پر قابو پانے کی کوشش کرے تاکہ زندگی کے روزہ مرہ کے معمولات میں زیادہ خلل واقع نہ ہو۔ کسی عزیز کے انتقال سے بڑھ کر کیا سانحہ ہو سکتا ہے۔ اس میں سوگ منانے کی اجازت ہے لیکن سینہ کوبی اور بین کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور سوگ کی اجازت بھی تین دن سے زیادہ کی نہیں ہے۔ اسلام کا یہ



تقاضہ پورا کرنا انسان کے لیے آسان ہو جاتا ہے اگر وہ یہ بات یاد رکھے کہ مجھے جو نقصان پہنچا ہے تو میرے رب کے اذن سے پہنچا ہے اور اس کے ہاتھ میں کل خیر ہے (ال عمران: 26) اس لیے اس میں میری کوئی بھلائی ہے جو میں نہیں جانتا، وہ جانتا ہے۔ اسی طرح خوشی کے وقت یہ یاد رکھے کہ مجھے کچھ ملا ہے تو یہ میرے رب کی دین ہے۔ اس میں میرا کوئی کارنامہ نہیں ہے۔

اللہ کے ہاتھ میں کل خیر ہونے کا مطلب اس مثال سے سمجھیں کہ مالی اپنے لگائے ہوئے پودے کو پانی بھی دیتا ہے، کھا دیکھی ڈالتا ہے لیکن اس میں گوڈی بھی کرتا ہے، اس کے سائے تلے پروان چڑھنے والی جڑی بوٹیوں کو اکھاڑ کر اس سے جدا بھی کرتا ہے اور خود پودے کی تراش خراش بھی کرتا رہتا ہے۔ مالی کے کسی کام سے پودے کو راحت محسوس ہوتی ہے کسی کام سے تکلیف ہوتی ہے لیکن مالی کے ہاتھ میں کل خیر ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے صرف پودے کی فلاح کے پیش نظر کرتا ہے۔ مالی جانتا ہے کہ پودے کے حق میں کیا خیر ہے اور کیا شر لیکن پودا نہیں جانتا۔

نوٹ: 2

آیت 25۔ میں پیغمبروں کو بھیجنے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتارنے کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اس کے بعد ایک تیسری چیز یعنی لوہے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی درحقیقت اسی عدل و انصاف کی تکمیل کے لیے ہے جو پیغمبر اور کتاب کے نازل کرنے کا مقصد ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور باہمی حقوق و فرائض کا توازن برقرار رکھنے کے لیے واضح دلائل دیتے ہیں۔ وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور نہ کرنے کی صورت میں آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہیں لیکن کچھ سرکش عناصر نہ کسی دلیل کو مانتے ہیں نہ اللہ کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کو تیار ہوتے ہیں، ان کو اگر آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ عدل و انصاف کے نظام میں خلل اندازی کرتے رہیں گے، ایسے لوگوں کو قابو میں رکھنا لوہے اور تلوار کا کام ہے جو حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے دو چیزوں کو تو اصل قرار دیا ہے یعنی کتاب اور میزان، جبکہ جدید کا ذکر آخر میں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ اقامت عدل و انصاف کے لیے لوہے کا استعمال بدرجہ مجبوری ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلق خدا کی اصلاح اور ان کو انصاف پر قائم رکھنا دراصل ذہنوں کی تربیت اور تعلیم سے ہوتا ہے۔ جبکہ حکومت کا زور اس کام کے لیے نہیں ہے بلکہ راستہ سے رکاوٹ دور کرنے کے لیے ہے۔ (معارف القرآن)۔

السلام و علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ جس جس نے بھی اس کار خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول و منظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: www.khuddam-ul-quran.com , info@khuddam-ul-quran.com

03217805614, 0412437618, 0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد



6800



6800



6800



6800



6800



6800



6800



6800



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الحديد (57)

آیت نمبر (26 تا 29)

ترجمہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا	نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ	وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا	النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ
اور بیشک ہم بھیج چکے	نوح اور ابراہیم کو	اور ہم نے رکھ دیا ان دونوں کی اولاد میں	نبوت اور کتاب

فِيهِمْ مُهْتَدٍ	وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ	فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾	ثُمَّ قَفَّيْنَا	عَلَىٰ آثَارِهِمْ
تو ان میں سے ہدایت پانے والے (بھی) ہیں	اور اکثر ان میں سے	نافرمانی کرنے والے ہیں	پھر ہم نے پیچھے بھیجا	ان کے نقوش قدم پر

بُرْسُلَانًا	وَقَفَّيْنَا	بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ	وَأَتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ	وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ
اپنے رسولوں کو	اور ہم نے پیچھے بھیجا	عیسیٰ ابن مریم کو	اور ہم نے دی ان کو انجیل	اور ہم نے رکھ دیا ان کے دلوں میں جنہوں نے

اتَّبَعُوهُ	رَافِقَةً وَرَحْمَةً	وَرَهْبَانِيَّةً	إِبْتَدَعُوهَا	مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ
پیروی کی ان کی	نرمی اور مہربانی	اور ترک دنیا کو!	انہوں نے ایجاد کیا اس (بدعت) کو	ہم نے فرض نہیں کیا تھا اسے ان پر

إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ	فَمَا رَعَوْهَا	حَقَّ رِعَايَتِهَا
(انہوں نے ایجاد نہیں کیا اسے) مگر اللہ کی رضا کی جستجو کے لیے	پھر انہوں نے نباہ نہیں اس (بدعت) کو	جیسا اس کو نباہنے کا حق ہے

فَأْتَيْنَا	الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ	أَجْرَهُمْ	وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ	فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾
تو ہم نے دیا	ان کو جو ایمان لائے ان میں سے	ان کا اجر	اور اکثر ان میں سے	نافرمانی کرنے والے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اتَّقُوا اللَّهَ	وَأْمِنُوا بِرَسُولِهِ	يُؤْتِكُمْ	كَفَالِينَ
اے لوگو جو ایمان لائے	تم لوگ تقویٰ اختیار کرو اللہ کا	اور ایمان لاؤ اس کے رسول پر	تو وہ دے گا تم لوگوں کو	دو حصے

مِنْ رَّحْمَتِهِ	وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُورًا	تَمْشُونَ بِهِ	وَيَغْفِرْ لَكُمْ
اپنی رحمت میں سے	اور وہ بنائے گا تمہارے لیے ایک ایسا نور	تم لوگ چلو (پھرو) گے جس کے ساتھ	اور وہ بخش دے گا تمہارے لیے (گناہوں کو)

وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾	لِّعَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ	أَلَّا يَقْدِرُونَ
اور اللہ بے انتہا بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے	تا کہ نہ جانیں اہل کتاب	کہ وہ قدرت نہیں رکھتے

عَلَىٰ شَيْءٍ	مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ	وَأَنَّ الْفَضْلَ	بِيَدِ اللَّهِ
کسی چیز پر	اللہ کے فضل میں سے	اور یہ کہ کل کا کل فضل	اللہ کے ہاتھ میں ہے

يُؤْتِيهِ	مَنْ يَشَاءُ	وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾
وہ دیتا ہے اسے (فضل کو)	اس کو جسے وہ چاہتا ہے	اور اللہ عظیم فضل والا ہے